بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی خَاتَمِ الأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِہِ وَصَحْبِہِ أَجْمَعِیْن،

أَمَّا بَعْدُ:

71: اللہ تعالٰی کی معیت، اور اللہ تعالٰی کا عرش پر مستوی ہونا اور علو کی صفت کا بیان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔ اور ایک نئے باب سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَقَدْ دَخَلَ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الإِيمَانِ بِاللهِ: الإِيمَانُ بِمَا أَخْبَرَ اللهُ بِهِ فِي كِتَابِهِ، وَتَوَاتَرَ عَنْ رَسُولِهِ صلى الله عليه وآله وسلم، وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ سَلَفُ الأُمَّةِ، مِنْ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ فَوْقَ سَمَاوَاتِهِ عَلَى عَرْشِهِ عَلِيٌّ عَلَى خَلْقِهِ"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "في المعية وبيان الجمع بينها وبيان علو الله واستوائه على عرشه": ایک الگ سے باب باندھا ہے اور اللہ تعالٰی کی معیت کا بیان ہے، اور معیت کے ساتھ اللہ تعالٰی کا عرش پر مستوی ہونا اور علو کی صفت کا بیان۔ یعنی معیت اپنی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالٰی کی اور اللہ تعالٰی کا عرش پر مستوی ہونے کے بیان، دونوں کو جمع کس طریقے سے کیا گیا ہے۔

یہ پہلے بھی گزر چکا ہے اور یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حسن تصنیف میں سے ہے یہ وہ اُمور ہیں یا وہ مسائل ہیں جن میں بہت سخت اختلاف اہل سنت کا اور اہل بدعت کا رہا ہے اُن میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالٰی کی معیت کا اہل بدعت نے کس طریقے سے غلط مفہوم لیا ہے اور اہل سنت والجماعت کا اس موضوع کے تعلق سے کیا عقیدہ ہے (پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور دلائل بھی پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن اس وقت دونوں کو ایک ساتھ بیان کر کے خصوصی طور پر توجہ دی گئی ہے کہ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں بہت سخت اختلاف ہوا ہے) تو اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ ان مسائل کو بہترین طریقے سے دلائل کی روشنی میں اچھی طرح سمجھیں کیونکہ مخالفین جو ہیں وہ شبہات لے کر آتے ہیں اور آتے رہیں گے اُن کا کام ہے شبہات کا، لیکن اہل سنت والجماعت، جو طلاب علم ہیں جو علماء ہیں ہمیشہ سے دلائل کی روشنی میں ان شبہات کا ردّ کرتے آئے ہیں۔

توشرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان میں سے یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کی صفت علو اور عرش پر مستوی ہونے کی بھی صفت شامل ہے، اور اللہ تعالیٰ کی معیت پر ایمان بھی شامل ہے؛ اور یہاں پر یا اس فصل میں مصنف رحمہ اللہ نے دونوں کو ایک ساتھ جمع کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے: ”وَقَدْ دَخَلَ فِيما ذَكَرْناهُ مِنَ الإِيمانِ بِاللهِ“(اور جو ہم ذکر کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان میں اُس میں سے یہ چیز بھی داخل ہے) ”الإِيمانُ بِما أَخْبَرَ اللهُ بِهِ فِي كِتابِهِ“(اُس چیز پر ایمان جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات)) ”وَتَواتَرَ عَنْ رَسولِهِ صلى الله عليه وآله وسلم“(اور جو کچھ تواتر سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیں خبر ملی ہے اور ثابت ہے) ”وَأَجْمَعَ عَلَيهِ سَلَفُ الأُمَّةِ“(اور جس پر امت کے سلف کا اجماع بھی ہے)؛ تو دلائل، قرآن مجید ہے، سنت رسول علیہ الصلاۃ والسلام ہے، اور اجماع بھی اس میں شامل ہے کس چیز پر؟ ”مِنْ أَنَّهُ سُبحانَهُ فَوقَ سَماواتِهِ عَلَى عَرشِهِ عَلِيٌّ عَلَى خَلقِهِ“(کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں پر بلند ہے اور اپنی مخلوقات پر بھی بلند ہے اور عرش پر مستوی ہے)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”هذه ثلاثة أدلة“ (یہ تین دلائل ہیں) ”على علو الله تعالىٰ“ (اللہ تعالیٰ کی بلندی کی صفت کے ثبوت میں) ”الكتاب، والسنة، والإجماع“(کتاب، سنت اور اجماع)۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں: پہلے بھی گزر چکا ہے کہ چوتھی اور پانچویں دلیل جو ہے "عقل اور فطرت" بھی بیان کر چکے ہیں۔

”مِنْ أَنَّهُ سُبحانَهُ فَوقَ سَماواتِهِ عَلَى عَرشِهِ عَلِيٌّ عَلَى خَلقِهِ“: شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علو کی صفت کی دو قسمیں ہیں ”علو صفة، وعلو ذات“ (اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر بھی بلند ہے علو کی صفت سے متصف ہے، اور صفاتی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ بلند ہے)۔

"علو الصفۃ" کی صفت سے بھی اللہ تعالیٰ متصف ہیں کہ صفت علو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ذات بھی بلند ہے بلندیوں پر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی جو علو الذات ہے اس پر کتاب اور سنت، اور اجماع، عقل اور فطرت کے دلائل موجود ہیں جیسا کہ صفت علو یعنی صفاتی اعتبار سے یہ تمام دلائل موجود ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کی کتاب" چند مثالیں شیخ صاحب بیان فرما رہے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اللہ تعالیٰ کی کتاب بھری پڑی ہے یعنی بہت زیادہ دلائل ہیں کثرت سے قرآن مجید میں ”تارة بالتصريح بالفوقية“(بعض اوقات آپ کو لفظ فوق سے دلائل ملیں گے "فوق، بالفوقیۃ" صراحتاً (اور فوق اوپر کو ہی کہتے ہیں)) ”وتارة بالتصريح بالعلو“(علو کے لفظ سے صراحتاً دلائل ملیں گے) ”وتارة

بالتصريح بأنه في السماء"(بعض اوقات کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں یعنی آسمان پر ہیں)"وتارة بنزول الأشياء من عنده"(اور بعض اوقات آپ کو دلائل ملیں گے قرآن مجید میں کہ بعض چیزیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں)"وتارة بصعودها إليه"(اور بعض اوقات چیزوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہونا)"ونحو ذلك"۔

آیئے چند اس کے جو دلائل ہیں وہ دیکھتے ہیں:

1-"التصريح بالفوقية" کوئی جانتا ہے فوق کے لفظ سے؟﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾(النحل:50): فوق کا لفظ ہے۔

2-"بالعلو" کی تصریح:﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾(البقرة:255): آیت الکرسی کا آخری۔

سورۃ الأعلیٰ کی پہلی آیت:﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾(الأعلى:1): علو کا لفظ ہے کہ نہیں؟ واضح ہے۔

3-"بأنه في السماء": اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے یعنی آسمان پر ہے قرآن مجید میں صراحتاً:﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ﴾إلى آخر الآية(الملک:16)۔

4-"بنزول الأشياء من عنده": کہ چیزیں نازل ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے:﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ﴾(ص:29): کتاب نازل ہوئی ہے۔

سورۃ الکہف کی پہلی آیت:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾:﴿اَنْزَلَ﴾(الکهف:1)۔

5-"صعود الأشياء": چیزیں نیچے سے اوپر کی طرف جاتی ہیں:﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾:﴿يَصْعَدُ﴾(فاطر:10): چیزیں اوپر کی طرف جاتی ہیں اللہ کی طرف جاتی ہیں؛ یعنی رتبے کی بات نہیں ہو رہی "چیزوں کا اوپر کی طرف جانا"۔

"السنة": سنت میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور سنت جو ہے قول سے، فعل سے، اقرار سے بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بلندی پر ہے۔

دیکھیں نا تین ہیں سمجھیں ذرا کہ دلائل کس طریقے سے سمجھے جاتے ہیں:

(۱)"قول": آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان قول ہے۔

(۲)"فعل": آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ۔

(۳)"اقرار": کسی اور نے اشارہ کیا کسی اور نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار کی ہے یا اُس کا اقرار کیا ہے۔
آپ نے جو کہا ہے کہ اشارہ آسمان کی طرف، کہاں پر؟ فعل میں تو ہے کہاں ہے دلیل کیا ہے؟ متفق علیہ حدیث میں حجۃ الوداع کے موقع پر: "اللَّهُمَّ فَاشْهَدْ"(آسمان کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے: اے اللہ تعالیٰ! گواہ رہنا)۔
اور اقرار صحیح مسلم کی حدیث میں جب (جاریہ کی حدیث میں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا: "أَيْنَ اللَّهُ؟"(اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟)؛ تو اُس نے کیا کہا؟ "فِي السَّمَاءِ"(اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے) "قَالَ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا؟ "أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ": تو اقرار ہے۔
اچھا قول؟ "أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ"(صحیح بخاری-4351)
"اِجماع" کی دلیل: بڑی پیاری بات ہے سمجھنا ذرا اجماع کے تعلق سے، اور یہ آپ کے لیے بہت ہی فائدہ مند قاعدہ ہوگا اِجماع کے تعلق سے: کیونکہ ہم کہتے ہیں نا کہ قرآن میں دلائل ہیں بے شمار (متنوع) ہیں، اگر آپ دیکھیں نا جو پانچ قسمیں بتائی ہیں، اس سے بھی زیادہ کہ فوق کا لفظ ہے، علو کا لفظ ہے، چیزوں کا اوپر سے نیچے کی طرف جانا یا نیچے سے اوپر کی طرف جانا، یا مختلف جتنے بھی ہیں اگر آپ دیکھیں نا تفصیل اس کی تو ہزار سے زیادہ بنتی ہے (قرآن مجید میں ہزار سے زیادہ)۔
﴿أَنْزَلَ﴾ کا لفظ کتنا ہے قرآن مجید میں؟ ٹوٹل دیکھیں تو ہزار سے بھی زیادہ ہے؛ مخالفین کو سمجھ نہیں آتی (سبحان اللہ) ہٹ دھرمی دیکھیں آپ!
سنت میں دیکھ لیں آپ بے شمار احادیث ہیں؛ قول بھی ہے، فعل بھی ہے، اقرار بھی ہے۔
نہیں سمجھ آئی چلو اجماع دیکھو؛ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الإجماع": اس بات پر سلف کا اجماع ہے اور سلف کے اجماع کو جاننے کا طریقہ جو ہے یہ ہے کہ: "عدم نقل ضد ما جاء في الكتاب والسنة"(جو کچھ کتاب اور سنت میں آیا ہے اُس کے خلاف اُن سے کوئی چیز ثابت ہی نہیں ہے (یا کوئی نقل نہیں ہوئی سلف میں سے کسی کی بھی))۔
صحابہ میں سے دیکھ لیں آپ، تابعین میں سے دیکھ لیں آپ، اتباع التابعین میں سے دیکھ لیں آپ؛ بہترین تین زمانے کے لوگ کسی سے بھی آپ کو قرآن اور سنت کے دلائل جو بیان کیے گئے ہیں جو بے شمار ہیں اور مختلف ہیں (تفصیل دیکھیں آپ یہ نہیں کہ صرف ایک قسم کے دلائل ہیں، متنوع ہیں اور بے شمار ہیں)، اگر یہ مفہوم نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے بلندیوں پر ہے تو صحابہ میں سے یا سلف میں سے کسی ایک کا قول تو آتا نقل تو ہوتا کہ یہ مراد ہے اِس سے، وہ مراد نہیں ہے۔ تو یہ ایک قاعدہ ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "فإنهم كانوا يقرؤون القرآن وينقلون الأخبار ويعلمون معانيها" (یقیناً قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے اور جو خبریں ہیں اُن کو بھی نقل کرتے تھے، اور معنی بھی بہترین طریقے سے جانتے تھے قرآن مجید کا) "ولما لم ينقل عنهم ما يخالف ظاهرها" (جب اُن سے کوئی چیز نقل نہیں ہوئی جو اِن آیات اور احادیث کے ظاہر کے کوئی خلاف بات ہو) "علم أنهم لا يعتقدون سواه" (تو یہ جان لیا گیا ہے کہ اس کے علاوہ اُن کا کوئی عقیدہ نہیں ہے) "وأنهم مجمعون على ذلك" (اور اس بات پر اُن کا اجماع بھی ہے)۔

دو چیزیں ہیں: قرآن کے دلائل کہ اللہ تعالیٰ بلندیوں پر ہے عرش پر ہے مختلف دلائل جو ہیں، سنت میں دلائل ہیں، سلف نے دیکھا ہے صحابہ نے دیکھا ہے؛ تابعین اور اتباع التابعین نے (اس میں چار امام بھی شامل ہیں، محدثین بھی سارے شامل ہیں ہمارے سلف الأمۃ جو ہیں سارے)؛ جو سب سے بہترین زمانے کے لوگ ہیں اور سب سے بہترین سمجھے جاتے ہیں امت اسلامیہ میں اُن سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ قرآن مجید اور سنت میں جب ہم نے دیکھا ہے تو انہوں نے ان دلائل میں سے جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے) اللہ تعالیٰ بلندیوں پر ہے؛ ہر جگہ نہیں ہے یاد رکھیں! کیوں ہر جگہ نہیں ہے؟ کیونکہ ایک سے بھی ثابت نہیں ہے (ایک سے بھی کافی تھا) کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ بھی ہے، یا اللہ تعالیٰ عرش پر بھی ہے فرش پر بھی ہے، جیسا کہ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں! یہ شبہ پھیلاتے ہیں نا؟!

تو دو چیزیں اس سے ثابت ہوتی ہیں:

(۱) کہ اُن کا عقیدہ یہی ہے جو کچھ قرآن اور سنت کے ظاہر میں ہے: ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ یعنی: على السّماء؛ "فوق السمٰوات: فوق سماواته"، ﴿عَلَى الْعَرْشِ﴾ یعنی: على عرشه (طه:5)۔: یہی ظاہر ہے۔

(۲) اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری بات جو ہے: جب اِن میں سے کسی نے بھی مخالفت نہیں کی اور خاموشی ہے تو اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اجماع ہے (تو عقیدہ بھی یہی ہے اور اس پر اجماع بھی ہے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: "وهذا طريق حسن لإثبات إجماعهم" (یہ بہترین طریقہ ہے سلف کا اجماع ثابت کرنے کے لیے) "فاستمسك به ينفعك في مواطن كثيرة" (لازم پکڑے رکھو اس قاعدے کو (کسے؟ یہ جو قاعدہ بیان کیا جا رہا ہے) یہ بہت سی جگہ پر فائدہ مند ثابت ہوگا آپ کے لیے)۔ کیونکہ اکثر بات ہوتی ہے کہ اچھا اس میں کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟ اجماع ہے سلف کا۔ اجماع کس نے نقل کیا ہے مجھے دکھائیں؟ لازم ہے کہ کوئی نقل کرے! یعنی بعض اوقات اجماع بالکل ظاہر واضح ہوتا ہے نظر

آرہا ہوتا ہے سب کو اس لیے جو عقیدے کے اُمور میں اجماع ہے (میں آگے بھی ایک قاعدہ بتاؤں گا) بعض ایسے مسائل ہیں کسی کتاب میں ہیں بعض کتابوں میں نہیں ہیں۔ تو لازمی ہے کہ ہر عالم ہر کتاب یا ہر چیز کا ذکر کرے؟! یہ بھی لازمی نہیں ہے۔

توجو چیز کتابوں میں تواتر سے چلی آرہی ہے عقیدے کی جو کتابیں ہیں مصنفین نے جو عقیدے کے تعلق سے لکھا ہے اور کسی نے اس کی مخالفت بھی نہیں کی تو یہ بھی اجماع میں شمار ہوتا ہے؛ اگر کسی ایک یا دو نے کسی چیز میں سے اُس کی مخالفت کی ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ اُس نے اجماع کی مخالفت کی ہے اُس کے قول کو نہیں مانا جائے گا کیونکہ اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے کہ نہیں اجماع ثابت ہونے کے بعد؟

جیسے قرآن اور سنت ہے کوئی مخالفت کر سکتا ہے؟ مخالفت ہو سکتی ہے الگ سوال ہے، کر سکتا ہے الگ سوال ہے۔ قرآن اور سنت ہے کوئی سلف میں سے مخالفت کر سکتا ہے؟ ہو سکتی ہے؟ ہو سکتی ہے۔ ہو کیسے سکتی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس موضوع کے تعلق سے مجموع الفتاویٰ میں ایک پورا الگ سے باب باندھا ہے اور اس میں دَس (10) تقریباً اسباب بیان کیے ہیں بلکہ عذر پیش کیے ہیں ائمہ کے لیے کہ بعض اوقات کچھ ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے کوئی عالم جو ہے وہ مخالفت کر سکتا ہے کتاب اور سنت کی، یا حدیث کی مخالفت کر سکتا ہے؛

(۱) حدیث ملی نہیں ہے مثال طور پر مخالفت ہو گی کہ نہیں؟ (۲) حدیث ملی لیکن ضعیف ثابت ہوئی اُس کے نزدیک جبکہ حدیث صحیح ہے لیکن اُس کی تحقیق کے نزدیک ضعیف ہے عذر ہے کہ نہیں؟ (۳) ثابت بھی ہے صحیح بھی ہے لیکن مرجوح ہے کوئی اور راجح دلیل موجود ہے۔ (اس طریقے سے دَس عذر پیش کیے ہیں تقریباً (سبحان اللہ))۔

الغرض؛ تو یہ جو یہاں پر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے قاعدہ بیان کیا ہے بہت عمدہ قاعدہ ہے اس میں شیخ صاحب نے فرمایا ہے:

"فاستمسك به ينفعك في مواطن كثيرة"۔

عقل کے تعلق سے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ دو اعتبارات سے دلیل ہے:

(۱) کہ "علو "صفت کمال ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ہے وہ اپنے لیے صفت کمال کو ثابت کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اس علو کی صفت کو ثابت کرنا واجب ہے۔

(۲) اور دوسری بات عقلی دلیل میں جو یعنی پہلے بھی ہم بیان کر چکے ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ اگر اللہ تعالیٰ علو پر نہیں ہے تو پھر یعنی اللہ تعالیٰ نیچے ہے یا برابر ہے؛ یہ صفت نقص ہے کہ کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کے برابر ہو، یا اُس سے نیچے ہو (نعوذ باللہ) تو

صفت نقص میں اس کا شمار ہوتا ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کچھ ایسی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اوپر ہیں یا اللہ تعالیٰ کے مثل ہیں یا برابر ہیں۔ تو یہ لازمی ہے عقلی اعتبار سے بھی کہ اللہ تعالیٰ بلندیوں پر ہے اور صفت علو سے متصف ہے۔

اور فطرت کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں: کوئی بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا اِلّا وہ شخص جس کی فطرت منحرف ہو چکی ہو؛ یعنی جو انسان یا اللہ کہتا ہے دعا کرتے وقت تو اُس کا دل جو ہے آسمان کی طرف مائل ہوتا ہے (یا آسمان کی طرف اوپر کی طرف پھِر جاتا ہے، نہ دائیں طرف جاتا ہے اور نہ بائیں طرف) کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے۔

تو فطرتاً بھی انسان کا دل جو سب سے یعنی بہترین حصہ سمجھا جاتا ہے جسم کا، بلکہ جو گورن (Govern) کرتا ہے پورے جسم کو جو بادشاہ کی مانند ہے اس دل کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو بھی جیسے پیدا کیا ہے یہ انسان کی فطرت کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کہ انسان کا دل آسمان کی طرف کھچا چلا جاتا ہے جب وہ دعا کرتا ہے۔

دیکھیں آپ کہیں "یا اللہ" جب بھی آپ دعا کریں آپ کا دل کس طرف جاتا ہے؟ آسمان کی طرف یقیناً!

کچھ بھی دیکھ لیں آپ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ زمین کی طرف جائے کبھی! آسمان کی طرف۔

دلیل: ہم اپنے عمل سے بھی کرتے ہیں کہ ہاتھ ہمارے کس طرف ہوتے ہیں؟ ہتھیلیاں کس طرف ہوتی ہیں؟ آسمان کی طرف۔ کیا ثبوت ہے یہ؟ دل بھی آسمان کی طرف جا رہا ہے، ہاتھ (ہتھیلیاں) بھی آسمان کی طرف جا رہی ہیں۔

کبھی دیکھا ہے آپ نے کہ ہتھیلی نیچے کر دی ہو؟ کبھی دائیں کبھی بائیں کبھی کسی طرف؟

مخالفین کو دیکھ لیں آپ جو اللہ تعالیٰ کی صفت علو کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے وہ بھی دعا کرتے ہیں کہ نہیں؟ کرتے ہیں۔ جب دعا کرتے ہیں کبھی دیکھا ہے آپ نے اُن میں سے کسی کو کہ کبھی دائیں طرف کبھی ہاتھ نیچے کر کے دعا مانگ رہا ہو؟! یا سَر نیچے کر کے اس طریقے سے دیکھا ہے آپ نے کبھی؟! ایک مجھے دکھا دیں کسی شخص کو کبھی کیا ہے کہ کبھی دائیں طرف چلو مڑ کر دعا کریں، کبھی بائیں طرف؟! کبھی نہیں ہے! عجیب بات دیکھیں آپ کہ دل آسمان کی طرف کھچا چلا جا رہا ہے، ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہیں، زبان سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں ہے! کتنا بڑا تضاد ہے! وجہ کیا ہے؟ یعنی دل جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف آسمان کی طرف کھچا چلا جا رہا ہے فطرت جس کی زندہ ہے، ہاتھ بھی ہتھیلی بھی آسمان کی طرف ہے مانگ بھی اپنے ربّ سے رہا ہے، زبان سے کہتا ہے کہ ہر جگہ موجود ہے لیکن ایک دفعہ بھی اپنے فعل سے ثابت نہیں کر سکا کہ ہر جگہ موجود ہے چلو ہاتھ کبھی نیچے کر کے دعا کر لوں، کبھی دائیں بائیں کر کے دعا کر لوں! کبھی نہیں ہوگا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

لیکن بعض ایسے لوگ ہیں کہ فطرت بھی مر جاتی ہے اُن کی پھر اُن کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی! (نعوذ باللہ)؛اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔

یہ آدھا جملہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

آج کا درس کیا ہے ہمارا؟ کہ دو صفات کو ایک ساتھ بیان کرنا؛اللہ تعالیٰ عرش پر بھی ہے، وہ مخلوق کے ساتھ بھی ہے (ہمارے ساتھ بھی ہے)۔

اب معیت کے تعلق سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وَهُوَ سُبْحانَهُ مَعَهُمْ أيْنَما كانُوا؛ يَعْلَمُ ما هُمْ عاملونَ":(اور وہ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ، "مَعَهُمْ أيْنَما كانُوا" جہاں پر بھی ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے، "يَعْلَمُ ما هُمْ عاملونَ" اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں (جو عمل وہ (یعنی مخلوق) کرتی ہے))۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان میں سے ہے اللہ تعالیٰ کی معیت کی صفت کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے۔اور یہ پہلے گزر چکا ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کی معیت جو ہے اُس کی قسمیں ہیں: عام ہے، خاص ہے اور خاصۃ الخاص (تین قسمیں ہیں)۔

(۱) عام کی مثال جو ہے اور دلیل جو ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ (الحدید:4)؛اور اس میں یہ معیت جو ہر مخلوق کے لیے ہے، چاہے مومن ہے کافر ہے، اچھا ہے بُرا ہے، بَر ہے فاجر ہے، سب کے لیے ہے اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہے اس اعتبار سے۔

(۲) اور جو خاص ہے اس کی دلیل جو ہے سورۃ النحل آیت نمبر 128 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے (جو محسنین ہیں))۔اور اسی طریقے سے: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (البقرۃ:153)؛ کئی جگہ ہے قرآن مجید میں کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔تو یہ خاص ہے متقین کے لیے، محسنین کے لیے، صبر کرنے والوں کے لیے، اور اسی طریقے سے۔

(۳) اور جو خاصۃ الخاص ہے یہ اُس سے بھی زیادہ خاص ہے دیکھیں آپ، اس کی مثال سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 46 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ﴾: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ دونوں ڈرو نہیں (یعنی سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہ الصلاۃ والسلام)، ﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا﴾ (بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں) ﴿أَسْمَعُ وَأَرَىٰ﴾ (میں خوب سنتا بھی ہوں اور دیکھتا

بھی ہوں)۔اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے فرمایا ہے سورۃ التوبۃ آیت نمبر 40 میں: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ ((غار کا جو قصہ ہوا ہے) کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے)۔ یہ معیت جو ہے خاص معیت ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ معیت جو ہے یہ حقیقیۃ ہے (حقیقی معیت ہے) اور مقتضی یہ ہے اس معیت کا جو عام معیت ہے (یعنی عام اور خاص میں کیا فرق ہے، عام معیت جو ہے اس کا معنی یہ ہے یا اس کا مقتضی یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ کا علم، اللہ تعالیٰ کا سمع (سننا)، اللہ تعالیٰ کا دیکھنا، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سلطان یہ معنی جو ربوبیت کے معنی ہیں سارے جو ہیں یہ اس میں شامل ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے، یعنی سب کے ساتھ ہے)؛ کافر کے بارے میں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ نہیں؟ دیکھتا بھی ہے سنتا بھی ہے، اُس کا قہر بھی ہے سلطان بھی ہے، پکڑ بھی ہے سب پر ہے نا؟ مومن ہے کافر ہے، اچھا ہے بُرا ہے، سب کے لیے ہے کہ نہیں؟ یہ معیت کون سی ہے؟ اس اعتبار سے معیت ہے۔

اور جو خاص معیت ہے اس کا معنی جو ہے اس کا مقتضی جو ہے: ''النصر والتأييد'': اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو ثابت قدمی عطا فرمائے گا مدد فرمائے گا اور نصرت فرمائے گا اور تائید ہو گی۔ جس چیز پر وہ قائم ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی تائید بھی فرمائے گا اور مدد بھی فرمائے گا، تو یہ خاص معیت ہے۔

اور خاصۃ الخاص جو ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) ہیں وہ اُن کے لیے ہے جس میں نصر و تائید کا معنی مزید پختہ اور مضبوط ہوتا ہے۔

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''كَمَا جَمَعَ بَيْنَ ذٰلِكَ فِي قَوْلِهِ'' (جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں) کس چیز کو؟ دونوں صفات کو۔ کون سی صفات؟ صفة العلو عَلَى عَرْشِهِ سبحانه وتعالىٰ، اور صفة المعية۔ اب ایک ہی آیت میں آپ دیکھیں کہ دونوں کو بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ پتہ چلے کہ دونوں میں کوئی تضاد یا کوئی اختلاف نہیں ہے، دونوں پر ایمان رکھنا ایک وقت میں واجب ہے۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا تھا کہ یہ آیت جو ہے آپ نے یاد کرنی ہے کیوں کہا تھا؟ اسی وجہ سے کہا تھا کہ اگر آپ اور دلائل بھول جاتے ہیں علو کے جبکہ صرف عرش پر مستوی ہونے کے سات (7) دلائل ہیں قرآن مجید میں "عَلَى عَرْشِهِ" (إِلَى عَرْشِهِ) کے علاوہ

الگ ہے صرف عَلَی عَرشِهِ)یعنی "فوق عَرشِهِ" سات ہیں قرآن مجید میں اُن میں سے ایک یہ ہے سورۃ الحدید آیت نمبر 4، یہ یاد بھی کرنی ہے اور پھر اس کے تعلق سے چند اہم باتیں بھی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾(اُس نے ہی پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ پھر عرش پر مستوی ہوا) ﴿یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا﴾(اللہ تعالیٰ جانتا ہے خوب جانتا ہے جو ﴿یَلِجُ﴾ یعنی داخل ہوتا ہے زمین میں، ﴿وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا﴾ جو زمین سے خارج ہوتا ہے) ﴿وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا﴾(اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو زمین سے اوپر کی طرف آسمان کی طرف جاتا ہے) ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ﴾(اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ (اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے)(الحدید:4)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):"بَیَّنَ ذٰلِكَ"؛ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا جو قول ہے یعنی علو اور معیت دونوں کو جمع کیا۔﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾:یعنی اس میں اثبات العلو ہے "اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا"۔اس میں کون سی صفت ثابت ہوتی ہے؟"صفۃ العلو" کہ اللہ تعالیٰ بلندیوں پر ہے۔اور﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ کون سی صفت ہے یہ؟ صفۃ المعیۃ۔اور دونوں کو ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے جمع کیا ہے اور دونوں میں کوئی منافات کوئی تضاد نہیں ہے جیسے کہ پہلے بیان کیا اور آگے بھی بیان کریں گے۔

جمع کس طریقے سے ہوا ہے؟"من وجوه ثلاثة" تین طریقے سے:

1-پہلا:"أنه ذكر استواءه على العرش، ثم قال: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ﴾": کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صفات کو ایک جگہ پر جمع کیا ہے کہ پہلے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، پھر فرمایا﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ﴾"؛ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ان دو صفات کو جمع کیا ہے تو ہم یقیناً جانتے ہیں علم یقین جانتے ہیں کہ اس میں کوئی تناقض نہیں ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے، کیونکہ اگر تناقض کا امکان ہوتا تو پھر دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنا ناممکن ہوتا مستحیل ہوتا کیونکہ قاعدہ یہ ہے:"المتناقضين لا يجتمعان ولا يرتفعان"(یہ قاعدہ ہے کہ جو متناقض چیزیں ہوتی ہیں وہ کبھی جمع نہیں ہو سکتیں اور نہ وہ کبھی رہ سکتی ہیں)"فلا بد من وجود أحدهما وانتفاء الثاني"(دونوں میں سے ایک کا ہونا لازمی ہے اور دوسرے کا منتفی ہونا لازمی ہے)۔"لا يجتمعان" (دونوں جمع نہیں

ہو سکتے)"ولا یرتفعان"(اُن میں سے باقی بھی نہیں رہ سکتے)؛ تواُن میں سے ایک کا ہونا لازمی ہوتا ہے، اور اگر ایسا ہو تو پھر تناقض ہوتا، اور اس سے یہ لازم آتا کہ آیت کا جو پہلا حصہ ہے وہ آخری حصے کی تکذیب کرتا ہے(نعوذ باللہ)۔

بات سمجھ آرہی ہے کہ جمع کس طریقے کیا جاتا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ سورۃ الحدید آیت نمبر 4 میں دونوں صفات کو "صفۃ العلو" (اللہ تعالیٰ بلندیوں پر ہے) اور "صفة المعية" (اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ ہے) دونوں کو ایک ساتھ جمع کیا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صفات کو جمع کیا ہے تو ہمارے اوپر لازم ہے کہ من وعن سے تسلیم کریں اور ان دونوں صفات پر ایمان رکھیں، اور ایمان اس اعتبار سے کہ اس میں کوئی تناقض نہیں ہے، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

وہ کہتے ہیں کہ جمع کیسے ہوا ہے؟ کیسے جمع کیا ہے؟ تین وجوہات سے یا تین طریقوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صفات کو جمع کیا ہے: پہلی وجہ یہ ہے کہ "استواء علی العرش" کا ذکر کیا ہے، اور پھر ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾۔

اور قاعدہ یہ ہے (اصولین کا قاعدہ یہ ہے) کہ جو متناقض چیزیں ہوتی ہیں: "لا يجتمعان ولا يرتفعان": کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کبھی باقی نہیں رہ سکتے دونوں، اُن میں سے ایک کا خاتمہ لازمی ہوتا ہے؛ ایک اگر تناقض ہو جائے رہے گا باقی دوسرا نہیں رہے گا۔

اب دن اور رات ہیں مجھے بتائیں کبھی جمع ہو سکتے ہیں؟ اگر دن ہے تو پھر رات نہیں ہے، رات ہے تو پھر دن نہیں ہے؛ "لا يجتمعان ولا يرتفعان": کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کبھی دونوں باقی ایک ساتھ رہ نہیں سکتے، ایک کے رہنے کے لیے دوسرے کا جانا لازمی ہے منتفی ہونا لازمی ہے۔

اور اگر یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے تو پھر یقیناً اگر ہم یہ کہیں کہ اس میں تناقض کا دور سے بھی اندیشہ ہے (نعوذ باللہ) تو پھر قرآن کا جو پہلا حصہ ہے اس آیت کریمہ کا وہ دوسرے کی تکذیب کر رہا ہے؛ یعنی یا تو اللہ تعالیٰ عرش پر ہے یا مخلوق کے ساتھ سب کے ساتھ ہے؛ اگر ہم اس کو نہیں مانتے پھر ماننا ہی پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بھی ہے اور سب کے ساتھ بھی ہے۔

2- دوسرا طریقہ جمع کا جو ہے کہ مخلوقات میں عین ممکن ہے کہ علو اور معیت کو ایک ساتھ جمع کرنا، جیسا کہ مصنف آگے بیان کرے گا اور پہلے بھی گزر چکا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ "ما زلنا نسير والقمر معنا" (ہم چلتے ہیں اور چاند ہمارے ساتھ ہوتا ہے)۔ چاند کہاں پر ہے زمین پر ہے یا آسمان پر ہے؟ آسمان پر ہے "علو"۔ آسمان اوپر ہے کہ نہیں؟ اونچا ہے کہ نہیں؟ اونچائی پر ہے علو پر ہے۔ اور ہم کہتے ہیں (زمین پر چلنے والے کہتے ہیں): (۱) میں نے سفر کیا جدّہ سے مکہ جا رہا تھا اور چاند میرے ساتھ تھا (یعنی رات کے وقت میں سفر کر رہا ہوں چاند میرے ساتھ تھا)۔ (۲) حسان بھائی مدینہ سے مکہ جا رہے ہیں یا جدّہ آرہے ہیں

رات کے وقت (اُسی وقت میں) اور کہہ رہے ہیں کہ میں مدینہ سے جدّہ جا رہا تھا اور چاند میرے ساتھ تھا۔ (۳) تیسرا شخص کراچی سے لاہور جا رہا ہے رات کے وقت وہ کہتا ہے کہ چاند میرے ساتھ تھا۔ چاند کتنے ہیں بھئی ایک چاند ہے نا؟! سب سچے ہیں سب جھوٹے ہیں؟ سب سچے ہیں۔ چاند بھی ایک ہے سب کے ساتھ بھی ہے اور ہے کہاں پر؟ ہے بھی آسمان پر۔ اگر مخلوق میں دونوں صفات کو جمع کرنا ممکن ہے تو خالق کے حق میں ناممکن کیسے ہے؟! واضح ہے "الجمع بين صفة العلو" اور "صفةالمعية"؟ مخلوق کے حق اگر ممکن ہے تو خالق کے حق میں ناممکن کیسے ہوسکتا ہے؟!

3- تیسری بات شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ مخلوق کے معاملے میں ممکن نہیں ہے اور تعارض ہے تو خالق کے لیے لازم نہیں ہے کہ تعارض موجود ہو کیونکہ قاعدہ کیا ہے؟ "لأن الله ليس كمثله شيء" (کیونکہ اللہ جیسی کوئی چیز نہیں ہے)۔ تو اس سے یہ ثابت بھی ہے اور لازم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں صفات سے متصف ہے، وہ اونچائیوں پر بھی ہے بلندیوں پر بھی ہے عرش پر بھی ہے "صفةالعلو"، اور اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی ہے مخلوق کے ساتھ بھی ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ جملہ کوٹ (Quote) کرتے ہوئے:

"وَلَيْسَ مَعْنَى قَوْلِهِ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾، أَنَّهُ مُخْتَلِطٌ بِالْخَلْقِ" (اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ کا معنی یہ ہر گز نہیں ہے کہ اپنی مخلوق کے ساتھ اللہ مخلوط ہے)۔ ساتھ کا معنی یہ نہیں ہے کہ فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) میں مخلوط ہے (خلط کہتے ہیں فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) کو، یہ معنی نہیں ہے اس کا)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کیونکہ اس معنی میں نقص ہے اور پہلے بھی گزر چکا ہے، اگر یہی معنی مراد ہوتا تو پھر دونوں میں سے ایک بات لازم آتی ہے:

(۱) "إما تعدد الخالق، أو تجزؤه" یا تو ایک سے زیادہ خالق ہیں، یا پھر اس خالق کے مختلف حصے ہیں۔

(۲) اور اس کے ساتھ ساتھ پھر یہ بھی لازم آتا ہے کہ چیزیں جو ہیں مخلوق جو ہے وہ خالق کو محیط ہو جاتی ہے (خالق سے اوپر بھی کوئی مخلوق ہوسکتی ہے)۔

اگر اللہ تعالیٰ زمین پر ہو جیسے وہ کہتے ہیں کہ عرش پر بھی ہے فرش پر بھی ہے، تو پھر آسمان کہاں ہے اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے کہ نہیں؟! احاطہ مخلوق کا کون کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے یا مخلوق اللہ کا احاطہ کر سکتی ہے؟! اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا احاطہ کرتا ہے پوری کائنات کا احاطہ کرتا ہے، مخلوق تو نہیں کر سکتی نا؟!

تواس سے یہ ثابت ہوا کہ معیت کے لفظ میں اختلاط (Physical contact) ہر گز نہیں ہے یہ معنی، ٹھیک ہے کیونکہ اِس سے یہ معنی باطل آتا ہے کہ یا تو ایک سے زیادہ خالق ہیں، ایک تو عرش پر مستوی ہے، اور دوسرا جو ہے وہ زمین پر ہے مخلوق کے ساتھ ہے؛ تو ایک سے زیادہ ہوئے نا؟! یا ایک حصہ عرش پر ہے، دوسرا حصہ زمین پر مخلوقات کے ساتھ ہے؛ یہ بھی ناممکن ہے یہ سب کفر ہے ناممکن ہے! تو پھر کیا باقی چیز رہتی ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور وہ سب کے ساتھ بھی ہے؛ سمجھ میں آتا ہے تو اچھی بات ہے نہیں آتا ہے تو کیا کہنا چاہیے؟ آمنا وصدقنا۔

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فَإِنَّ هذا لا تُوجِبُهُ اللُّغَةُ'' (یعنی لغت میں بھی اس کا وجود نہیں ہے اور لغت بھی اس کو واجب نہیں کہتی)۔ عربی لغت جو ہے معیت کے لفظ کے تعلق سے بات ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ ہے معیت کا لفظ جو ہے کیا اس میں اختلاط لازم آتا ہے؟ کیا معیت کے لفظ میں فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) لازم آتا ہے؟ میں تمہارے ساتھ بیٹھا ہوں (میں آپ کے ساتھ بیٹھا ہوں نا) یہ فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) ہے کہ نہیں؟ میں اس وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوں میرے گھر والے کہاں ہیں؟ اپنے کمرے میں ہیں نا۔ فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) ہے؟ نہیں ہے۔ تو لغت کے اعتبار سے بھی معیت کا لفظ جو ہے مع کا لفظ جو ہے اس میں فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) کا ہونا لازمی نہیں ہے، کوئی چیز آپ کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے جبکہ آپ کے قریب بھی نہ ہو۔ (یہ معنی لیا جارہا ہے نا؟)۔ کیا لغت میں یہ لازمی ہے واجب ہے جب کوئی شخص کہے کہ میں فلاں کے ساتھ ہوں، تو سننے والے کے ذہن میں سب سے پہلی بات یہ آئے کہ کوئی فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) میں آپ کے ساتھ ہے قریب بیٹھا ہے؟ کیا یہ اس لفظ سے لازمی آتا ہے؟ اس لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فَإِنَّ هذا لا تُوجِبُهُ اللُّغَةُ'': لغت بھی اس کو واجب نہیں کرتی۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ جب لغت اس کو واجب نہیں کرتی تو اس کا تعین بھی نہیں ہوتا، اور یہ ایک وجہ ہے کہ حلولیۃ (جہمیہ میں سے) جو مذہب ہے اِس کو باطل کرنے کے لیے یہی کافی ہے، وہ کہتے ہیں: کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے پھر اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حل ہو چکا ہے (حلولیۃ)۔

پھر اتحادیہ: کہ خالق اور مخلوق ایک ہی ہے؛ کیا کہتے ہیں اُن کا جو وہ مشہور شعر ہے: "وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر، اُتر پڑا مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر"؛ (سبحان الله، إنا لله وإنا إليه راجعون)۔

یعنی اتحاد کیا ہے؟کہ خالق اور مخلوق ایک ہی ہے!تو لغت کے اعتبار سے بھی یعنی اُن کا جو مذہب اور عقیدہ ہے یہ باطل ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوط ہے مخلوق کے ساتھ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک لفظ بیان کیا ہے"لا تُوجِبُهُ اللُّغَةُ": یہ نہیں کہا کہ"لا تقتضيه اللّغة"۔"لا تقتضيه ولا توجب": دیکھیں لفظ کو اختیار بھی کیسے کرتے ہیں علماء!اور دونوں میں فرق ہے"لا تُوجِبُهُ اللُّغَةُ"،اور"لا تقتضيه اللّغة"جو ہے؛ لغت جو ہے اختلاط(فزیکل کانٹیکٹ:Physical contact)کا مقتضی تو ہو سکتی ہے،یعنی اُس کے معنی میں یہ معنی بھی شامل ہو سکتا ہے لیکن صرف یہ معنی واجب نہیں ہے، سمجھیں ذرا!

"تُوجِبُهُ": یعنی واجب ہے کہ جب بھی آپ معیت کا لفظ سنیں تو پھر سب سے پہلے یہ معنی ہے فزیکل کانٹیکٹ(Physical contact)کا؟نہیں،واجب نہیں ہے؛ہاں مقتضی ہے، مقتضی کا لفظ ہوتا یہ بھی شامل ہو سکتا تھا۔

اب اِقتِضَاء اللّغة اختلاط کا جو ہے،میں جب کہتا ہوں"میں نے چائے پی ہے دودھ والی"(یعنی چائے کے ساتھ دودھ بھی ہے)، عربی میں کہتے ہیں"مثل الماء واللبن"(پانی اور دودھ)۔گاڑھا دودھ تھا پانی میں ملا کر تو میں نے کہا"شرب الماء مع اللبن"(میں نے دودھ کے ساتھ پانی بھی پیا ہے)؛یعنی پانی دودھ میں مکس اختلاط ہے کہ نہیں؟"مخلوط الماء واللبن"یہ اختلاط ہے۔

تو معیت کے لفظ میں اختلاط کا معنی بھی موجود ہے لیکن اس کو واجب نہیں کرتا کہ صرف یہی معنی لازم آتا ہے،یہ فرق ہے دونوں میں۔

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وَهُوَ خِلافُ ما أجْمَعَ عَلَيهِ سَلَفُ الأمَّةِ، وَخِلافُ ما فَطَرَ اللهُ عَلَيْهِ الخَلْقَ":اور یہ اختلاط کا معنی جو ہے ایک تو لغت اسے واجب نہیں کرتی،دوسری بات یہ ہے:"وَهُوَ خِلافُ ما أجْمَعَ عَلَيهِ سَلَفُ الأمَّةِ"(اور یہ جو اختلاط کا معنی ہے یہ سلف امت کے اجماع کے خلاف بھی ہے)"وَخِلافُ ما فَطَرَ اللهُ عَلَيْهِ الخَلْقَ"(اور جو فطرت اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں ڈالی ہے اُس کے خلاف بھی ہے)۔

تو لغت کے وجوب کے خلاف بھی ہے یہ لفظ جو ہے لغت بھی اس کو سپورٹ (Support) نہیں کرتی،اجماع کے خلاف بھی ہے: لغت کے خلاف ہے اجماع کے خلاف ہے اور فطرت کے خلاف بھی ہے۔

یعنی وہ کہتے ہیں نا کہ دریا کے اپوزٹ(Opposite) بالکل اُس کے خلاف جانا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ لوگ اس طریقے سے کر رہے ہیں اور کہتے ہیں"نہیں،ہم حق پر اور آپ لوگ باطل پر ہیں!"(نعوذ باللہ)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کیونکہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق جو ہے وہ اپنی مخلوق سے الگ ہے "الخالق بائن من المخلوق" الگ ہے، جو دعا میں یہ کہتا ہے "یا اللہ" (یا "اللّھم یا اللہ" کہتا ہے) یقیناً اُس کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) میں نہیں ہے اُس کے ساتھ جڑا ہوا نہیں ہے، اس کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے الگ ہے (یعنی عرش پر ہے آسمانوں پر ہے)، اور یہ بھی عقیدہ کبھی نہیں ہو سکتا (جو شخص دعا کرتا ہے "یا اللہ" دعا کرتے ہوئے) کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حل ہو چکا ہے، دائیں بائیں چیزوں میں، انسان میں، درند پرند میں، ہر چیز میں (نعوذ باللہ، کبھی بھی وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا!)؛ اور یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ خالق جو ہے مخلوق کے ساتھ مختلط ہے تو یہ شریعت کے مخالف ہے، عقل کے مخالف ہے، فطرت کے مخالف بھی ہے۔

یعنی دلائل کتنے تھے؟ قرآن، سنت، اجماع، عقل، فطرت، لغت بھی آگیا ہے۔

اب یہاں پر کس کی مخالفت کر رہے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، پھر کہتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حل ہو چکا ہے؟! وحدت الوجود، وحدت الحلول، اور اتحاد، جو کفریہ عقائد ہیں۔

یہ جب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کس چیز کے خلاف جا رہے ہیں؟ قرآن کے، سنت کے، اجماع کے، عقل کے اور فطرت کے، اور لغت کے بھی؛ یعنی کہیں سے بھی اُن کو سپورٹ (Support) نہیں ملتی اس کے باوجود بھی ہٹ دھرمی دیکھیں کہتے ہیں "نہیں، ہمارا عقیدہ صحیح ہے!" (نعوذ باللہ)۔

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بَلِ الْقَمَرُ آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللهِ مِنْ أَصْغَرِ مَخْلُوقَاتِهِ" (بلکہ چاند جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی آیت ہے یعنی مخلوقات میں سے ہے بلکہ چھوٹی مخلوقات میں سے) "وَهُوَ مَوْضُوعٌ فِي السَّمَاءِ" (اور چاند آسمان پر ہے (یعنی آسمان میں ہے)) "وَهُوَ مَعَ الْمُسَافِرِ وَغَيْرِ الْمُسَافِرِ أَيْنَمَا كَانَ" (اور چاند مسافر کے ساتھ بھی ہے اور مقیم (غیر مسافر یعنی) کے ساتھ بھی ہے جہاں پر بھی ہوں)۔ جب ہم سعودی عرب میں ہوتے ہیں رات ہوتی ہے مقیم ہیں چاند ہمارے ساتھ ہوتا ہے کہ نہیں؟ دیکھتے ہیں کہ نہیں دیکھتے؟ دیکھتے ہیں۔

جو پاکستان میں ہوتے ہیں چاند اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جو انڈیا میں ہیں چاند اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جو سوڈان میں ہیں چاند اُن کے ساتھ بھی ہوتا ہے، جو اِیجپٹ (Egypt) میں ہیں چاند اُن کے ساتھ بھی ہوتا ہے؛ ہیں ہم سب زمین پر چاند آسمان میں ہے، وہ ہے ہمارے ساتھ بھی (سبحان اللہ)، اور جو سفر کر رہے ہوتے ہیں جیسے میں نے مثال دی ہے اُن کے ساتھ بھی چاند ہوتا ہے۔

تو"بَلِ القَمَرُ"؛"بَلِ: للإضراب الإنتقالي": یعنی بات یہ نہیں بات اس طریقے سے ہو رہی ہے۔اور یہ مثال ہے مصنف رحمہ اللہ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے بیان کی ہے معنی کو قریب کرنے کے لیے اور اس حقیقت کی تحقیق اور ثابت کرنے کے لیے کہ ایسی چیزیں بھی ہیں جو حقیقتاً انسان کے ساتھ بھی ہوتی ہیں جبکہ انسان سے دور بھی ہوتی ہیں؛اور چاند کی مثال دی ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اگر مخلوق میں یہ چیز ثابت ہو جاتی ہے ، اور چاند چھوٹی سی مخلوق ہے مخلوقات میں سے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ بھی ہے اور آسمان میں بھی ہے،اور یہ کبھی تناقض بھی کوئی کہہ نہیں سکتا کہ تضاد اور تناقض ہے اس بات میں، سب جانتے ہیں یہ حقیقی بات ہے اور اس سے اختلاط بھی لازم نہیں آتا (Physical contact) بھی لازم نہیں آتا؛ تو پھر جب ہم یہ چیز یقیناً جانتے ہیں اس حقیقت کو یقیناً جانتے ہیں تو پھر ہم اسی طریقے سے جو آیاتِ معیت ہیں (جو اللہ تعالیٰ کی صفت معیت کی آیات ہیں) اُن کے ظاہر کو لیتے ہوئے ظاہر کو حقیقتاً مانتے ہوئے اُس پر یقین رکھتے ہوئے ایمان رکھتے ہوئے ہم یہ کیوں نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً یقیناً ہمارے ساتھ ہے اور وہ آسمان کے اوپر بھی ہے عرش پر مستوی بھی ہے؟! کیوں ممکن نہیں ہے؟!

اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اگر یہ ممکن ہوا گر یہ فرض کیا جائے کہ مخلوق میں یہ ممکن نہیں ہے ممتنع ہے لیکن خالق میں ممتنع تو نہیں ہے نا! کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حقیقتاً آسمان میں ہے اور وہ حقیقتاً ہمارے ساتھ بھی ہے اور اس میں کوئی تناقض بھی نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ اگر دور ہیں (یا عرش پر مستوی ہیں) مخلوق سے تو اس دوری کے ساتھ قریب بھی ہیں اپنی مخلوقات کے۔

اور یہ جو تحقیق کی ہے (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں) یہ تحقیق کی ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں اور یہ فرمایا ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے: "کہ کوئی حاجت نہیں ہے کہ ہم آیت کی تاویل کریں بلکہ آیت جو ہے وہ اپنے ظاہر پر ہے لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر عرش پر مستوی ہے اور ہمارے ساتھ بھی ہے حقاً اور حقیقتاً، اور وہ عرش پر بھی حقاً اور حقیقتاً ہے (آسمان پر ہے، عرش پر ہے حقیقتاً، اور ہمارے ساتھ بھی حقیقتاً ہے)"۔

ایک اور مثال دی ہے شیخ صاحب نے (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے): کہ جیسے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کا جب آخری پہر رہتا ہے تو جو دنیاوی آسمان ہے اُس آسمان پر نازل ہوتا ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے) حقاً نازل ہوتا ہے (یقیناً) جبکہ اللہ تعالیٰ علو پر ہے بلندیوں پر ہے، اور اہل سنت میں سے کسی نے بھی اس کا انکار ہر گز نہیں کیا ہے، تمام اہل سنت والجماعت یہ کہتے

ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً اور حقاً نازل ہوتے ہیں (یہ حق بات ہے) اور اس پر اِن کا اتفاق بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ علو پر ہے بلندیوں پر ہے (اونچائیوں پر ہے) کیونکہ جو خالق کی صفات ہیں وہ مخلوق کی صفات جیسی ہر گز نہیں ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): پھر اس بات کا جو مزید اقرار جو ہے وہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کا بھی مجھے ملا ہے جو برابر یہی معنی ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ معیت جو ہے وہ "حق على حقيقتها" حقیقتاً یہی معنی ہے (یعنی اس کی تاویل کی ضرورت نہیں ہے معیت معیت ہی ہے) جس میں یعنی مخلوق سے اختلاط بھی لازمی نہیں ہے یا زمین پر ہونا لازمی نہیں ہے؛ اور جواب دیا ہے "على قول بعض السلف: "معهم بعلمه"" (کہ علم کے ساتھ جس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ "معهم بعلمه" ساتھ ہے) اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے: "إذا جاءت هذه الكلمة؛ فهي تفسير للمعية بالمقتضى" (بعض سلف نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ اپنے علم سے ہے (یہ بھی ہے))۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ) معیت کے لفظ میں یہ معنی بھی شامل ہے کہ اپنے علم سے ہمارے ساتھ ہے، اور یہ صحیح ہے غلط نہیں ہے لیکن کیا حقیقتاً ہے کہ نہیں تاکہ اس حقیقت کے لفظ کی کوئی یہ نہ سمجھے کہ تاویل کی جا رہی ہے؟ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اس پر ایمان ہے، اب جو انہوں نے ذاتہ، صفاتہ کا یہ اختلاف رکھا ہے نا اہل بدعت نے پھر سلف نے ان میں سے بعض سلف نے کہا ہے کہ علم سے ہمارے ساتھ ہے۔

اب شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اس کی وضاحت کر رہے ہیں کہ سلف میں سے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ علم سے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، فرماتے ہیں: اگر یہ کلمہ "علم" کا لفظ جو ہے معیت کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے یہ معیت کی تفسیر مقتضی جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے (عام معیت اور خاص معیت جیسے معنی بیان کیا ہے تو مقتضی ہے معیت کا یہ معنی بھی اس میں شامل ہے) لیکن "ليس تفسيرًا لحقيقة الكلمة": کلمۂ حقیقت کی تفسیر نہیں ہے یہ یاد رکھیں (معیت تو معیت ہی ہے)؛ اور جو یہ معنی بیان کرتے ہیں وہ اہل بدعت کو جواب دیتے ہوئے اُن کا رد کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کیونکہ اہل بدعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ مختلط ہے، تو بعض سلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم سے مخلوق کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ "يريدون أن كلمة (مع) مدلولها بكل شيء عليم" کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے اور علم اور معیت کے ساتھ یہ معنی شامل ہے؛ تو جو مقتضی کے معنی سے تفسیر بیان کی جاتی ہے تو اس کے معنی سے یہ نہیں ہیں کہ حقیقی معنی باطل ہو جاتا ہے، حقیقی معنی موجود ہے اپنی جگہ پر ہے، جو اُس کے ساتھ ایک دوسرا معنی بھی شامل ہو جاتا ہے وہ اس سے خارج نہیں ہوتا وہ اسی میں شامل ہوتا ہے (سبحان اللہ)۔

’’إلى أن قال‘‘(یہاں تک کہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا)’’ولهذا؛ شيخ الإسلام في عقيدته الأخرى المباركة المختصرة‘‘(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دوسرا مختصر عقیدہ میں بیان کیا ہے کہ یہ جملہ)’’بين أن قوله معهم حق على حقيقته‘‘(کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ ہے یاحق علی حقیقتہ ہے)’’فمن فسرها من السلف بالمقتضى؛ فلحاجة دعت إلى ذلك‘‘(سلف میں سے اگر کسی نے مقتضی علم کے لفظ سے اس معیت کو ذکر کیا ہے(بیان کیا ہے)کیونکہ حاجت یہی تھی بیان کرنے کی)؛اور یہ ردّ ہے’’أهل الحلول الجهمية الذين ينكرون العلو كما تقدم‘‘جیسے پہلے گزر چکا ہے جہمیہ کا حلولیہ کا ردّ کرتے ہوئے؛اور قرآن مجید کی جو تفسیر ہے وہ مطابقت سے بھی ہوتی ہے،مفہوم سے،اور استلزام سے، مقتضی سے بھی ہوتی ہے،’’وغير ذلك من الدلالات‘‘(اور دلالت بھی ہے)۔

ہم قرآن مجید کو جب دیکھتے ہیں جو الفاظ ہیں جب تفسیر کرتے ہیں: یا مطابقہ سے (ایک لفظ کی دوسرے لفظ سے مطابقت ہو جاتی ہے)، یا مفہوم سے کہ اِس کا یہ مفہوم بھی ہے، یا استلزام سے۔یعنی اللہ تعالیٰ علیم ہے اس سے لازم آتا ہے کہ زندہ ہے یا نہیں؟ اب علیم کی صفت میں زندہ کی صفت تو نہیں ہے لیکن لازم آتا ہے کہ جو علیم ہے وہ زندہ بھی ہے کیونکہ مردہ تو علیم نہیں ہو سکتا نا! یا جماد تو علیم نہیں ہو سکتا نا! تو اسے استلزام کہتے ہیں۔اور "مقتضی" جیسا کہ معیت کا لفظ ہے اس کے مقتضی میں علم بھی ہے، نصر بھی ہے،تائید بھی ہے،سب معنی اس میں شامل ہیں۔

’’وهؤلاء العلماء الذين روي عنهم التفسير بالمقتضى لا ينكرون المعية‘‘ (اور ان علماء سے جنہوں نے معیت کی تفسیر مقتضی سے کی ہے علم سے کی ہے انہوں نے معیت کا انکار نہیں کیا حقیقت کی یاد رکھیں)’’بل هي عندهم كالشمس‘‘(بلکہ سورج کی روشنی کی طرح اُن کے نزدیک یہ حقیقت ہے)۔یہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کا جو فتویٰ ہے یہاں پر اُن کی بات ختم ہوئی۔

پھر شیخ صاحب سوال کرتے ہیں:’’هل يصح أن نقول: هو معنا بذاته؟‘‘(کیا یہ بات صحیح ہے ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہمارے ساتھ ہے "بذاته"؟)۔

اس کا جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):اس لفظ سے دوری اختیار کرنی چاہیے کیونکہ یہ وہم ہوتا ہے اس معنی میں جو فاسد معنی ہے جو کہتے ہیں اہل الحلول "کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ موجود ہے اور مختلط ہے"، تو اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾(الفجر:22)، کیا اس میں لازمی ہے ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے آئے؟! "جاء بذاته"

لازمی کہیں ؟!'' یَنزِلُ رَبُّنا إلى السَّماءِ الدُّنیا ''(اللہ تعالیٰ نازل ہوتے ہیں دنیاوی آسمان پر) کیالازم ہے ہمارے لیے ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ "بذاته" دنیاوی آسمان پر نازل ہوئے ہیں ؟! تواس کی کوئی حاجت نہیں ہے، اِلّا کہ جب مجادلہ ہواور بحث ومباحثہ ہو جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے، یاحقیقتاًان معنی کا جو رد کرتے ہیں تب ہم اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں اور یہ کہناپڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ "بذاته" ہر جگہ موجود نہیں ہے، یااللہ تعالیٰ "بذاته" عرش پر ہے، یا "بذاته ینزل"؛ یا "بذاته جاء" یہ لفظ جو ہے، ورنہ ظاہر میں تو یہی ہے یہ ضرورت ہی نہیں ہے کہنے کی (ظاہر کے لفظ کو "ذاته" کہنے کی ضرورت نہیں ہے)۔ تو یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ '' معنا بذاته'' کہ اپنی ذات سے ہمارے ساتھ ہے اس کی ضرورت نہیں ہے کہنے کی (بہر حال ایک لمبی بحث ہے یہ)۔

جو صحیح قول ہے اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے "بذاته"، اور ہمارے ساتھ ہے اپنے علم سے، نصر سے، تائید سے، احاطے سے؛ یہ تمام معنی جو ہیں یہ معنی بھی مقتضی ہیں معیت کے اور یہی معنی جو ہے حق ہے لیکن بیان یہ کرنا چاہ رہے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، اور شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ بھی کہ جس نے بھی سلف میں سے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہمارے ساتھ ہے اُس نے معیت کے اصل معنی کا انکار نہیں کیا جیسا کہ اہل بدعت کرتے ہیں (ساتھ کا جو اصل معنی ہے "معیة" اُس کا انکار نہیں کیا) کیونکہ وہ کہتے ہیں "علم سے ساتھ ہے حقیقتاً تو نہیں ہے نا!"؛ علم کا لفظ جو ہے وہ حقیقت کی نفی نہیں کرتا کبھی بات واضح ہے نا؟ اس اعتبار سے تھوڑی سی وضاحت کی گئی ہے یہاں پر۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: '' قوله: وهو سبحانه فوق عرشه، رقيب على خلقه، مهيمن عليهم، مطلع عليهم ''(شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ عرش پر ہے '' رقيب على خلقه '' تمام مخلوقات پر رقیب ہے، '' مهيمن عليهم '' تمام پر مھیمن ہے، '' مطلع عليهم '' تمام پر مطلع ہے)۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ ہے اور عرش پر مستوی بھی ہے، کائنات میں اپنی مخلوق (جو بھی ہے) تمام کا مراقبہ بھی ہے '' حافظًا لأقوالهم وأفعالهم وحركاتهم وسكناتهم ''(رقیب کے لفظ میں یہ معنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والا ہے مخلوقات کے اقوال کی، افعال کی، حرکات اور سکنات کی (اسے کہتے ہیں رقیب))۔

'' مهيمن '': یعنی '' حاكم مسيطر على عباده '': حاکم ہے، مسیطر ہے، حکم اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے، اور '' وإليه يرجع الأمر كله '': تمام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اگر کوئی چیز چاہتا ہے تو فرماتا ہے "كن! فيكون"۔

مھیمن کے لفظ میں یہ معنی شامل ہیں، اور: '' إلى غير ذلك من معاني ربوبيته '': اس کے علاوہ جو بھی معنی ربوبیت کے ہیں سب اس میں شامل ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا، مالک ہونا، تدبیر کرنا، یہ تمام چیزیں معانی ربوبیت میں شامل ہیں)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ):"وَكُلُّ هذا الكَلامِ الذي ذَكَرَهُ اللهُ مِنْ أَنَّهُ فَوْقَ العَرْشِ وَأَنَّهُ مَعَنا: حَقٌّ على حَقِيقَتِهِ، لا يَحْتاجُ إلى تَحْرِيفٍ"(اور جو بات ہم کر چکے ہیں پہلے یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش سے اوپر ہے اور وہ ہمارے ساتھ بھی ہے یہ "حَقٌّ على حَقِيقَتِهِ" ہے اس کی تحریف کی ضرورت نہیں ہے)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تاکید ہے جو جملہ پہلے گزر چکا ہے، دوبارہ اس کو اس لیے مکرر کیا ہے تاکہ اس موضوع کی اہمیت کو سمجھ لیا جائے(اس لیے دوبارہ اس جملے کو ریپیٹ(Repeat) کیا ہے)اور اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ فوقیت کا معنی جو ہے کہ ہم اس کا کوئی اور معنی لے لیں کہ اس معنی کو کسی اور طرف پھیر دیں جیسا کہ اہل التحریف اور اہل التعطیل نے کیا ہے، یہ جو فوقیت ہے جو بلندی ہے اللہ تعالیٰ کی "فوقية ذات وقدر" ذاتی طور پر بھی اور قدر اور احترام، توقیر کے اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور بلندیوں پر ہے۔

اور اسی طریقے سے جو معیت کا معنی ہے اُس کے ظاہر سے ہم اس کو نہیں پھیریں گے بلکہ "حق على ظاهرها"، اور جس نے اس کی حقیقت سے علاوہ کوئی اور تفسیر کی ہے تو اُس نے تحریف کی ہے لیکن جو اس کی تفسیر اس کے لازم سے اور مقتضی سے بھی کی گئی ہے جو سلف سے ثابت ہے(یعنی علم کے لفظ سے) تو اس کی حاجت تھی جس کی وجہ سے سلف نے یہ معنی بیان کیا ہے اور اس حقیقت کے منافی نہیں ہے کیونکہ "لازم الحق حق": یہ قاعدہ ہے: لازم الحق حق۔

پھر مصنف رحمہ اللہ نے استدراک کیا ہے اور فرمایا ہے:"ولكن يصان عن الظنون الكاذبة: "مِثْلَ أَنْ يُظَنَّ أَنَّ ظاهِرَ قَوْلِهِ: ﴿فِي السَّمَآءِ﴾(الملک:17): أَنَّ السَّماءَ تُقِلُّهُ أَوْ تُظِلُّهُ، وَهذا باطِلٌ بِإِجْماعِ أَهْلِ العِلْمِ وَالإِيْمانِ"": لیکن اس چیز سے بچنا چاہیے(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں) کہ ظنون کاذبہ جو ہیں جو غلط اور جھوٹے گمان ہیں جیسا کہ کوئی شخص ظاہر کے لفظ ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ سے یہ لے لے ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ سے مراد کہ آسمان اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے، "تُقِلُّهُ"(یا آسمان نے اُٹھایا ہوا ہے)، یا "تُظِلُّهُ"(یا آسمان سایہ ہے اللہ تعالیٰ کے اوپر، آسمان اس سے اوپر ہے(نعوذ باللہ))؛ اور یہ باطل ہے "بِإِجْماعِ أَهْلِ العِلْمِ وَالإِيْمانِ" (اہل علم اور ایمان کا اجماع ہے کہ باطل ہے یہ معنی جو ہے)۔

یعنی جیسے انسان کے لیے آسمان چھت ہے، یعنی ﴿فِي السَّمَآءِ﴾(اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے): ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے؛ "میں" سے مراد یا آسمان نے اٹھایا ہوا ہے، یا آسمان اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے چھت کی طرح جیسے انسان کے لیے چھت ہوتی ہے؛ تو یہ باطل معنی ہے "بِإِجْماعِ أَهْلِ العِلْمِ وَالإِيْمانِ"۔

پھر مصنف فرماتے ہیں: "وَهذا باطِلٌ بِإجْماعِ أهْلِ العِلْمِ وَالإيمانِ"۔

پھر آخر میں تنبیہ ہے تنبیہ یہ ہے: کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ظاہر ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ (الحديد:4) سے "مختلط بالخلق"؛ یہ بھی گمان جو ہے جھوٹا گمان ہے کہ مخلوق کے ساتھ مختلط ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے: "وليس معنى قوله: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾؛ أنه مختلط بالخلق"۔ یعنی شیخ صاحب یہ فرمارہے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فوقیت کے لفظ کے تعلق سے تو فرمایا ہے، ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ میں یہ غلط گمان جھوٹا گمان نہیں ہونا چاہیے کہ آسمان نے اٹھایا ہوا ہے یا آسمان اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے لیکن معیت کے بارے میں کیوں نہیں فرمایا کہ اختلاط کا گمان نہیں ہونا چاہیے؟ کیونکہ فوقیت کے لفظ میں کوئی گمان ہو ہی نہیں سکتا مطلب ایک ہی ہے؛ علی العرش، یعنی "علي عرشه": ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ یعنی "علي السّماء": لیکن جو معیت کا لفظ ہے اس میں مقتضی میں اختلاط ہے کہ نہیں؟ یہ معنی شامل ہے اُس میں اس لیے فوقیت کا ذکر کیا ہے اور اِس کا ذکر نہیں کیا ہے، لیکن سیاق اور سباق سے اور دلائل کی روشنی میں یہ حق یقیناً معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ پانچوں دلائل بلکہ لغت کی بات بھی کی ہے کہ لغت کے بھی مخالف ہے، تو یہ چھ جو بڑے دلائل ہیں ان سب کی مخالفت ہے جو کہتے ہیں کہ معیت کے لفظ میں اختلاط لازم آتا ہے (اور گزر بھی چکا ہے)۔

"فإن الله قد: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ (البقرة:255)" (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جو کرسی ہے وہ وسیع ہے جو آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے)؛ جیسے سورۃ البقرۃ آیت نمبر 255 میں ہے۔ اور "کرسی" جو ہے جیسے سیدنا عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے: "موضع القدمين" (اللہ تعالیٰ کے دونوں پاؤں کے رکھنے کی جگہ ہے)؛ اور یہ جو کرسی ہے مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے (ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو گھیرا ہوا ہے)۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ گمان رکھے کہ آسمان جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اٹھا سکتا ہے؟! یا سائے کی طرح اوپر ہو سکتا ہے؟!

"وهو الذي: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾" (اور اللہ تعالیٰ ہی تھامے رکھتا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ وہ زائل ہو جائیں) (فاطر:41)۔ یعنی یہ تمام دلائل ہیں کہ ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ کے لفظ میں یہ معنی لازم نہیں آتا کہ آسمان نے اللہ تعالیٰ کو اٹھایا ہے؛ ایک تو فِی کا لفظ عَلٰی میں، کیونکہ قاعدہ یہ ہے پہلے بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ حروف الجر جگہ لے لیتے ہیں ایک دوسرے کی، ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ یعنی "علي السّماء": جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ (طه:71)۔

جو جادو گر تھے وہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں (فرعون کے جادو گر) انہوں نے ایمان قبول کیا تو فرعون نے کیا دھمکی دی؟ ﴿لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾: میں تمہیں درختوں میں یا درختوں پر سولی چڑھادوں گا؟ درختوں پر۔ سولی درختوں میں تو نہیں چڑھائی جاتی بلکہ درختوں پر (اوپر) ہوتی ہے؛ تو لفظ ﴿فِي﴾ ہے لیکن مراد کیا ہے؟ "عَلَي" ہے۔

تو یہاں پر بھی ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ سے مراد "علي السّماء"؛ تو لغت کے اعتبار سے بھی ہے اور پھر قرآن مجید میں کئی دلائل ہیں جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ سے مراد "عَلَي" ہے، فِي نہیں ہے، کیونکہ فِي میں یا "تقلّه أو تظلّه": یا تو اٹھایا ہوا ہے، یا تو گھیرا ہوا ہے؛ تو دونوں معنی ثابت نہیں ہیں۔

ایک تو "کرسی" کا لفظ دیکھ لیں آپ کہ کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے، تو آسمان خود کیسے گھیر سکتا ہے جب کہ کرسی اللہ تعالیٰ کے پاؤں کے رکھنے کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے؟! جب کرسی کا یہ معاملہ ہے تو پھر آسمان کیسے اٹھا سکتا ہے جبکہ کرسی نے سب کو گھیرا ہوا ہے (ساتوں آسمانوں کو گھیرا ہوا ہے)؟! تو یہ معنی باطل ہے ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ سے یہ مراد کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور آسمان نے گھیرا ہوا ہے، کسی کے ذہن میں یہ ظنون کاذب، یہ باطل گمان جھوٹے گمان نہ آئیں۔

دوسری دلیل: ﴿يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ (فاطر:41): اللہ نے تھاما ہوا ہے آسمانوں اور زمین کو، تو جس خالق نے تھاما ہوا ہے وہ کیسے اُس میں سما سکتا ہے (نعوذ باللہ) مخلوق میں؟!

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو نہ تھاما ہوتا تو کون ہے جو تھام سکتا ہے؟! ﴿وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ (فاطر:41): وہ کون ہے جو تھام سکتا ہے؟ یعنی کوئی بھی نہیں ہے؛ آپ ایک تارے کو دیکھ لیں آسمان کے تاروں میں سے اگر ایک اپنی جگہ سے ہل جائے تو کوئی مخلوق اسے واپس کر سکتی ہے؟! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! تو خالق نے ہی یہ تمام کائنات کے نظام کو چلایا ہوا ہے اور اسی نے اُس کو تھاما ہوا ہے۔ ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (اللہ تعالیٰ نے تھاما ہوا ہے آسمان کو کہ زمین پر گر نہ جائے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے) (الحج:65)۔

دیکھیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آسمان زمین سے اوپر ہے اور اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو نہ تھاما ہوتا آسمان کو تو زمین پر گر جائے (سبحان اللہ)؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ہے) (الانبیاء:32)۔

اور پھر فرمایا ہے: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ (اور اپنے ہاتھوں سے ہم نے آسمان کو پیدا کیا ہے اور اسے ہم مزید توسیع بھی دیتے رہیں گے (یعنی وسعت بھی ہوتی رہے گی)) (الذاریات:47)۔

اگر اللہ تعالیٰ نہ تھامتا آسمانوں کو تو پھر زمین کے اوپر گر جاتا اور تباہ ہو جاتی یہ زمین! تو جس نے یہ آسمانوں اور زمین کو تھاما ہوا ہے اور آسمان کو زمین پر گرنے سے بھی تھاما ہوا ہے تو کیا تصور کوئی کر سکتا ہے کہ آسمان اسے اٹھا سکے؟! یا اسے گھیر سکتا ہے؟! (نعوذ باللہ)۔ کوئی بھی تصور نہیں کر سکتا!

سورۃ الروم آیت نمبر 25 میں: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ﴾ (اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک ہے یہ آسمان اور زمین اللہ کے حکم سے قائم ہیں)۔ یہ بھی اسی کی دلیل ہے یعنی مزید دلائل ہیں۔

جو آسمان اور زمینیں ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اُمر کونی اور شرعی سے اللہ نے تھاما ہوا ہے اور اگر خالق جو ہے یعنی: "ولو أن الحق اتبع أهواء الخلق": تو آسمان اور زمین سب فاسد ہو جائیں؛ تو یہ بھی دلیل ہے کہ آسمان جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو اٹھا سکتا ہے نہ گھیر سکتا ہے (نعوذ باللہ)۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی صفت قرب کے تعلق سے بات ہو گی، اور اللہ تعالیٰ قریب ہے مخلوقات کے لیکن اس صفت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ عرش پر بھی ہے بلندیوں پر بھی ہے اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، اگلے درس میں اس کو ان شاء اللہ دلائل کی روشنی میں بیان کریں گے۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (071.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔